نظرات

محمد اظہر صدیقی

گذشتہ ماہ "نظرات" میں حضرت مدیر محترم نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ "مسلمانانِ ہند کو اپنا ایک کنونشن منعقد کرنا چاہیئے جس میں وہ ملک کے اندرونی اور بیرونی حالات کا معروضی نقطۂ نظر سے کھلے دماغ سے جائزہ لیں اور مستقبل کے لئے ایک واضح اور روشن پروگرام مرتب کریں۔"

ظاہر ہے کہ اس تجویز کی معقولیت و افادیت سے کسی ہوشمند مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا بلکہ اس قسم کا کنونشن اب سے کئی ماہ پہلے ہوتا تو اس سے زیادہ بہتر نتائج کی توقع کی جاسکتی تھی مگر افسوس ہے کہ مسلم جماعتوں اور ملی رہنماؤں نے بروقت اس کی طرف توجہ نہیں دی کہ کوئی مشترکہ اور متفقہ اقدام اور فیصلہ کر کے مسلمانوں کو نئے حالات میں رہنمائی دیتے تاکہ اس کی روشنی میں وہ کوئی راہ متعین کرسکتے۔ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ مسلم جماعتیں ملت کے اہم ترین مفادات کی خاطر بھی اپنے اختلافات اور جماعتی مفادات سے دست کش ہونے کو تیار نہیں ہوتیں حالانکہ گذشتہ سینتیس ۳۷ سال کے عرصہ میں ان کو بار بار یہ تجربہ و اندازہ ہو چکا ہے کہ آپس کے اختلافات کو ختم کئے بغیر وہ مسلمانوں کی کوئی ٹھوس، تعمیری اور مفید خدمت کر سکتی ہیں اور نہ ہی ملک میں مسلمانوں کو کوئی باعزت مقام دلا سکتی ہیں اور نہ ہی یہاں کے سماج کو اخلاق شرافت انسانیت و روحانیت کا وہ راستہ دکھا سکتی ہیں جس کے لئے خدا نے ان کو اس دنیا میں بھیجا ہے حالانکہ تجربہ و مشاہدہ اس کا گواہ ہے کہ جب جب

ملی رہنمائوں نے متحد اور مشترک انداز میں کوئی قدم اٹھایا ہے، کوئی فیصلہ کیا ہے اس کے بہتر سے بہتر نتائج ضرور ظاہر ہوئے ہیں۔

اس موقع پر مسلمانانِ ہند کے سب سے مخلص سب سے بے لوث اور دردمند رہنما حضرت مفکر ملت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ کی یاد دل کے دروازہ پر دستک دیتی اور فکر و شعور کے دریچوں میں جھانکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے کہ ایسے اہم موقعوں پر ان کی فعال، دردمند، صاحبِ بصیرت، ہوشمند اور تجربہ کار موثر و محترم شخصیت ہمیشہ آگے بڑھتی اور ایسے مشترکہ اجتماعات کا نظم کرتی ہوئی نظر آتی تھی اور ان کی آواز پر پورے ملک میں یہاں سے وہاں تک اور اِدھر سے اُدھر تک توجہ دی جاتی تھی اور وہ بڑے بڑے کام انجام پا جاتے تھے جو پوری پوری جماعتوں اور اداروں کے بس کا روگ نہیں۔

کیا شک ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے ظلمت و تاریکی بلکہ مایوسی کی گہری، مہیب اور سیاہ گھٹاؤں میں اپنے عزم و حوصلہ، اخلاص اور عزم کے چراغ روشن کرکے پوری ملت کو فکر و عمل کا راستہ دکھایا اور اپنی دانشمندانہ، بصیرت افروز اور تجربوں کی بھٹی سے کندن بن کر نکلی ہوئی شخصیت اور اخلاص بے کراں سے حالات کے تیکھے تیوروں اور ماحول کی گرمی و تلخی کے باوجود ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنے سمجھنے کی سعی کی، ماضی کے تجربوں اور حال کے تقاضوں کو بھی سامنے رکھا اور اسی کے ساتھ ساتھ مستقبل کے ماتھے پر ابھرنے والی لکیروں کو بھی اپنی نگاہِ فہم و فراست سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ اور نازک سے نازک مرحلہ اور خطرناک سے خطرناک موڑ پر بھی عقل کو جذبات پر غالب رکھ کر فیصلہ کیا۔ مورخ جب کبھی ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۲ء تک کے حالات کا جائزہ لے گا اور دیکھے گا کہ اس عرصہ میں جن خوفناک، پریشان کن کھولتے ہوئے اور بھڑکتے ہوئے مسائل سے واسطہ پڑا اور ان میں حضرت

مفتی صاحبؒ جیسے دانشمند باہمت وعزم نے اپنے حوصلوں کو پست ہونے دیا نہ مایوسی کو مسلمانوں کے قلب وروح اور ذہن وشعور پر حاوی ہونے دیا [illegible] کہے بغیر نہ رہ سکے گا کہ مسلمانانِ ہند کو ایسے نازک حالات سے بچا کر لے جانے والے رہنما تاریخ میں بے مثال مقام ومرتبہ کے مالک ہیں۔

بلاشبہ حضرت مفتی صاحبؒ کی گراں مایہ زندگی کا کوئی گوشہ اور کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا جب ملت اسلامیہ کے تعلیمی، اقتصادی، سماجی، اخلاقی اور معاشرتی مسئلوں کو حل کرنے کی فکر ولگن نہ رہی ہو۔ درد وسوز اور خلوص وہمدردی کے جن جذباتِ فراواں سے اللہ رب العلمین نے ان کو نواز اتھا، یہی جذبۂ پنہاں تھا جو ان کو ایک اندرونی لگن بن کر ہر وقت ملت کے مسئلوں کے حل کی تلاش میں سرگرداں رکھتا تھا ؎

لگن جو چپکے چپکے روح کا دامن مسلتی ہے
لگن جو دھیرے دھیرے آگ بن کر دل میں جلتی ہے

آیئے سنجیدگی ومتانت کے ساتھ ہم حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے درد وسوز میں ڈوبے ہوئے الفاظ وخیالات سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کریں شاید اپنے اس انقلابی کروٹ لیتے ہوئے ملک کے بدلتے ہوئے حالات میں ہمیں حضرت مفکر ملت کی دانشمندی، بصیرت، فکر وشعور اور تجربات کی روح اور ان کی حقیقی اسپرٹ سے کچھ رہنمائی مل سکے۔

"مسلمان مختلف ملتوں میں سے ایک ملت نہیں ہیں بلکہ خدا نے انھیں خیر امت کی حیثیت سے مبعوث کیا ہے، ان کا کام دنیا سے شر کو مٹانا اور خیر کو عام کرنا ہے، منکرات کا ازالہ اور معروفات کا قیام کمزوروں کی پشت پناہی اور مظلوموں کو ظلم سے بچانا ہے۔

اس لئے صرف اپنے دکھ درد کا علاج ہی تلاش کرنا نہیں ہے بلکہ دوسروں کا بھی مداوا بننا ہے۔ ملکی سماج کی اصلاح کرنا اور اخلاقی قیادت فراہم کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔"

ٹ ہم تنگ دل نہیں ہم عدم رو ادار نہیں، ہم بے عقلی کا شکار نہیں، ہم میں فکر وعمل کی صلاحیتیں بھی موجود ہیں۔ ہمارا ماضی بھی گواہی دیتا ہے کہ ہم جہاں رہے ہیں وہاں ہم نے اپنی افادیت کو عام کیا ہے اور انسانی زندگی کے ہر گوشے کو بہاریں عطا کی ہیں، علوم، عقیدہ، لٹریچر، فنون، عوامی خدمت، فن تعمیر، تجارت، صنعت وحرفت، قانون، زراعت سب پر ہماری چھاپ ہے۔ یہ نقش ہم اب بھی ثبت کرسکتے ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر مجھ سے کوئی دریافت کرے کہ اس چوتھائی صدی کا سب سے بڑا حادثہ کیا ہے جو اس ملت کو پیش آیا ہے تو میں یہی کہوں گا کہ وہ اس عرصے میں اپنے مسائل میں اتنی الجھادی گئی ہے کہ ملک کی تعمیر اور سماج کی اصلاح میں وہ اپنے عزائم کو روبہ عمل نہیں لاسکی ہے۔ ملکی جماعتوں نے یہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی کہ ۱۶ کروڑ باصلاحیت انسان اگر اپنی توانائی کا بھرپور استعمال نہ کرسکیں تو جہاں اس سے مسلم معاشرے کو نقصان پہونچ رہا ہے وہیں پورے ملک اور سماج کی پس ماندگی بھی بڑھ رہی ہے۔"

(خطبۂ صدارت اجلاس آل انڈیا مجلس مشاورت ۱۹۷۸ء)

مسلم دانشوروں، مذہبی وسیاسی اور سماجی کارکنوں اور رہنماؤں کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب پورے خلوص اور درد واثر کے ساتھ برابر آگاہی

دیتے رہے ہیں کہ وہ اپنے سماج، اپنے ماحول اور اپنے معاشرے کے مہلک و تباہ کن امراض کا خود ہی علاج سوچیں تاکہ ہمارا معاشرہ ایک ایسا صالح اور صاف ستھرا معاشرہ بن سکے جو دوسروں کو بھی اخلاق و شرافت اور انسانیت کی اعلیٰ قدروں کے جوہروں سے مالا مال کرسکے۔ حسن اخلاق اور حسن معاملات جس طرح ہمارے خاندانوں، شہروں، بستیوں، محلوں اور گاؤں سے ختم ہوتے جارہے ہیں اس پر بھی ہمیں پوری توانائی کے ساتھ غور کرنا چاہیئے اور ان برائیوں کی اصلاح کی طرف پہلی فرصت میں توجہ کرنی چاہیئے۔

ہماری آرزو ہے کہ ملت کے درد مند اصحاب فکر و نظر اٹھیں اور متحد و متفق ہوکر تمام مسائل پر سوچ بچار کرکے تعمیری انداز میں مسلمانوں کے تعلیمی، اقتصادی، معاشرتی اور شہری مسائل کا مفید حل تلاش کریں اور ان میں (مسلمانوں میں) یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش کی جائے کہ وہ اپنے مقام و منصب کو پہچان کر دین و دنیا اور انسانیت کی خدمت کی جو ذمہ داری حق تعالیٰ نے ان پر ڈالی ہے اس سے عہدبرآ ہونے کی مخلصانہ کوشش کریں۔

معاونین ادارہ کی خدمت میں

حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی علیہ الرحمہ بانی ادارہ ندوۃ المصنفین کی وفات حسرت آیات کو دس ماہ گزر چکے ہیں۔ اس عرصہ میں اس علمی ادارہ کو برادر عزیز عمید الرحمٰن عثمانی نے قائم رکھا اور اس کے

(باقی صد۴۸ پر)